www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بلا تبصرہ

محدث، جون ۲۰۰۰ء میں شائع شدہ ایک مضمون پر مقالہ نگار کا وضاحتی مراسلہ

محترم و مکرم جناب حافظ حسن مدنی صاحب ، مدیر معاون السلام علیکم!

جون کے 'محدث' میں آپ نے میرا مضمون شائع کیا ہے جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ص ۵۶ پر آپ نے ''سیکولرازم کے فتنۂ اِباحیت کا شکار'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن کی وجہ سے میں نے اپنا مضمون بہت غور و فکر سے کئی مرتبہ پڑھا لیکن باوجود کوشش کے اس مفہوم کو تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا بلکہ مجھے تو اس میں سیکولرازم کی مکمل نفی نظر آئی۔ آپ کی دوبارہ توجہ اور غور کے لئے اپنے مضمون کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں:

مضمون کے آخری تین چار صفحات، جو ابھی شائع نہیں ہوئے، میں جدید اطرازِ حکومت سے استفادہ کی باتیں لکھ کر میں نے تحریر کیا تھا کہ

''لیکن ملک کے حالات کے مطابق ایسی صورت ہی اختیار کی جائے گی کہ قرآن و سنت کے مطابق قوانین کا بنایا جانا یقینی ہو، اس لئے کہ اِسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد اور روح ہی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی حکمرانی ہے۔ اس روح کا نظامِ حکومت کے ہر ہر اُصول اور ہر ہر ادارے میں موجود ہونا ضروری ہے'' (مسودہ کا صفحہ ۱۸)

جو مضمون شائع ہو چکا ہے، اس میں تحریر کیا تھا:

''ایک اِسلامی ریاست اور مغربی سیاسی مفکرین کے پیش کردہ جمہوری اور سیکولر نظریات کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست میں، اگر یہ کہا جائے کہ ایک ہی بنیادی، پہلا اور آخری فرق ہے، تو وہ حاکمیت اور اقتدارِ اعلیٰ کا ہے۔ یہ ایک ہی فرق ایسا ہے جو دونوں ریاستوں کے دیگر تمام اُصولوں کو متاثر و متعین کرتا ہے'' (محدث، صفحہ ۴۸)

سیکولرازم کے نظریہ اور سیکولر ریاست کیلئے اہم ترین مثال برطانیہ کی ہے جس کے بارے میں تحریر کیا تھا:

''غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: 'اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع' اس دستور کی بنیاد اور روح ہے۔ برطانوی نظامِ حکومت کی روح ''پارلیمنٹ کا اقتدارِ اعلیٰ'' کے اُصول اور نظریہ کی اِسلامی ریاست میں معمولی سی بھی گنجائش نہیں'' (صفحہ ۵۰) ...... حکمران کی اطاعت کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا تھا:

''قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری میں قرآنِ کریم کی اس آیت ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ...﴾ کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''حاکم کی اِطاعت صرف اسی وقت واجب ہے جب اس کا حکم شرع کے خلاف نہ ہو۔ آیت کی رفتار سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اللہ نے انصاف کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حاکموں کی اطاعت کا امر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک حکام عدل پر قائم ہوں، ان کی اطاعت واجب ہے اس سے آگے خود صراحت فرما دی: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ ''یعنی اگر کسی مسئلے میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو (صحیح فیصلے کیلئے) اللہ اور اسکے رسول کے (احکام) کی طرف رجوع کرو'' (ص ۵۳)

چند حوالے نقل کرنے کے بعد میں نے تحریر کیا تھا کہ

''اسی اُصول اور ضابطے ہی کی بنا پر اسلامی ریاست کے حکمران کو اپنے ہر حکم اور ہر فعل کے بارے میں یہ وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کی تعلیم کے مطابق ہے'' (ص ۵۴)

پھر میں نے اس سے اگلے صفحہ پر تحریر کیا تھا:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

''کسی ملک کے نظامِ حکومت میں عام طور پر ایک بنیادی نظریہ اور روح کارفرما ہوتی ہے جس نظریے اور فکر کو اس ملک کے نظامِ حکومت کی روح کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی بھی قانون بناتے وقت، کوئی بھی پالیسی وضع کرتے وقت اور کوئی بھی اِنتظامی قدم اُٹھانے کے موقع پر اس بنیادی نظریہ کو مدنظر رکھا جاتا ہے...... اسلامی نظامِ حکومت کی روح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے''

آپ نے تبصرہ کرتے ہوئے ص ۵۶ پر تحریر کیا ہے: ''اسلام انسانی تجربات کے ارتقا کا مخالف نہیں ہے۔ البتہ اِن تجربات کو الہامی ضابطوں کی قیود کا پابند کرتا ہے'' میں آپ کی اس بات سے سو فیصد متفق ہوں، چنانچہ جدید اطرازِ حکومت کے تذکرے کے بعد ایک حوالے سے میں نے تحریر کیا تھا: (ص ۵۸)

''حفظ الرحمٰن سیوہاروی خلافت کے نظام کو قرآن وحدیث کے اَساسی اصولوں کے مطابق چلانے پر زور دینے کے ساتھ ہی مزید وضاحت کے لئے تحریر کرتے ہیں: اسلام میں قیاسِ صحیح اور اجتہاد کو بہت اہم جگہ حاصل ہے اور اس کا صحیح طریق کار یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اُصول اور اَساسی قوانین میں ادنیٰ سا تغیر بھی نہیں ہوسکتا اور ان ہی قوانین کی روشنی میں ایسی جزئیات اور تفصیلات اور ایسے احکام اِستخراج و اِستنباط کئے جائیں جو ایک جانب تو اِن اَساسی اُصولوں کے ماتحت ہوں اور دوسری جانب مقتضیاتِ وقت اور حادثات کا بہترین حل کرتے ہوں''

قرآن وسنت کا پابند رہتے ہوئے جدید اطرازِ حکومت سے اِستفادہ کرنے میں میری فکر وسوچ شاید وہی ہو جو آپ کے مضمون ''انٹرنیٹ اور اسلام'' میں جدید ذرائع اَبلاغ سے استفادہ کے سلسلے میں پائی جاتی ہے، اس مضمون، جو اسی جون کے 'محدث' میں شائع ہوا ہے، میں آپ نے تحریر کیا ہے:

''دوسری طرف ہمارے بعض پڑھے لکھے دیندار حضرات ایسے بھی ہیں جو انٹرنیٹ کے مضر اثرات سے خائف ہو کر اس سے پہلو بچانے ہی کا مشورہ دیتے ہیں، اس ساری بات چیت کا مقصد یہ ہے کہ دیندار طبقہ جدید سائنس سے استفادہ کرنے میں کوتاہی بلکہ مجرمانہ غفلت کا شکار ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ اسے مادی وسائل کی کمی کی بنا پر حاصل نہ کرپاتے ہوں لیکن بحیثیتِ مجموعی دینی طبقہ کا رجحان بوجوہ جدید سے گریز اور نئی آنے والی چیزوں سے ہچکچاہٹ کا رہا ہے جبکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ان جدید اُشیاء کی اِفادیت تسلیم کرکے ان کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے اُمت کے معروف مفتیانِ کرام کے فتاویٰ آجانے کے بعد ان وسائل علم سے لاپرواہی کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ہم اس سے قبل اپنے مضامین میں لکھ چکے ہیں کہ سائنسی ایجاد/ آلہ کا کوئی دین نہیں ہوتا، دین تو اس کے استعمال پر اس سے وجود میں آنے والے رویوں پر گرفت کرتا ہے...... ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں جدید سے جدید زمانے کی سہولیات سے استفادہ کرنے کی گنجائش موجود ہے، اس کے باوجود کہ اسلام کی درست اور حقیقی تعبیر قدیم سے قدیم مصادرِ شریعت سے ہی میسر آسکتی ہے'' (محدث: صفحہ ۷۲، ۷۳)

مؤدبانہ گزارش صرف اتنی ہے کہ آپ کے تبصرہ کے مطابق اگر میرے مضمون میں ''سیکولرازم اور اباحیت'' کی فکر پائی جاتی تھی تو دین کے ''نصیحت وخیر خواہی'' کے اُصول کے تحت شاید زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ مضمون شائع کرنے سے پہلے اِصلاح کی تجاویز کے ساتھ اسے واپس بھیج دیا جاتا اور اگر اِصلاح کی تجاویز کے لئے آپ کی غیر معمولی مصروفیات رکاوٹ تھیں تو پھر اسے شائع ہی نہ کیا جاتا۔ والسلام

مخلص: پروفیسر عبدالرؤف، بالمقابل عیدگاہ، ہسپتال روڈ، مظفر گڑھ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ